کسی سے رجوع فرمائیں۔ البتہ ان سوالات کا شرعی جواب جو میرے علم میں ہے عرض کئے دیتا ہوں:

(۱) پاکستان شرعی اصطلاح کے مطابق اب دارالاسلام ہے۔

(۲) ۱۹۴۷ء کے فسادات کی حیثیت کسی ایک جگہ کے مقامی فساد کی سی نہ تھی کہ ہر جگہ کے فساد کا الگ الگ حکم ہو بلکہ انھوں نے ایک قومی جنگ کی حیثیت اختیار کر لی تھی یعنی غیر منقسم ہندوستان میں بحیثیت مجموعی مسلم قوم اور ہندو سکھ قوم کے درمیان اجتماعی دشمنی پیدا ہوگئی تھی اور اس نے بڑھتے بڑھتے جنگ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اس حالت میں ظلم و زیادتی دونوں طرف سے ہوئی اور بھلے برے کی تمیز کے بغیر ہر فریق نے بدتر سے بدتر مظالم کا ارتکاب کیا۔ ہمارے نزدیک اس معاملے میں فریقین قصور وار رہیں اور ظلم جس نے بھی کیا ہے برا کیا ہے۔

(۳) ہندوؤں اور مسلمانوں کے اموالِ متروکہ جو اس وقت ہندوستان و پاکستان میں موجود ہیں، سردست کسی کی ملکیت نہیں ہیں بلکہ دونوں حکومتوں کے پاس اس وقت تک کے لئے امانت ہیں جب تک کہ فریقین میں ان اموال کے متعلق کوئی معاہدہ نہ ہو جائے۔ اس دوران میں کسی فرد کے لئے حلال نہیں ہے کہ ان اموالِ متروکہ میں بطور خود کسی قسم کا تصرف کرے۔

(۴) حکومت کے ملازم کو اپنی ڈیوٹی کے اوقات میں سرکاری فرائض کے ماسوا دوسرے کام نہ کرنے چاہئیں، بجز اُن کاموں کے جن کی سرکاری طور پر اجازت ہو، یا اُن فرائض کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کئے گئے ہوں۔ (۱۹۵۰ء)

مقامِ صبر

سوال:

مجھے مولانا صاحب ناظم مدرسہ عربیہ سے جماعت اسلامی کے موضوع پر تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملا۔ انھوں نے آپ پر مہدی ہونے کا الزام لگایا اور اپنی ملاقات کا تذکرہ فرمایا۔ حاضرین کے دلوں پر کئی قسم کے توہمات غالب آگئے۔ کیا جناب نے ظہورِ مہدی علیہ السلام کی علامات اپنی ذات سے

منسوب فرمائیں اور ان کے اصرار پر تحریری انکار یا اقرار سے پہلو تہی فرمائی ؟ مہربانی فرما کر بذریعہ اخبار میرے استفسار کا جواب باصواب عطا فرمائیں۔

جواب :

مولانا اور ان کے گروہ کے علماء نے میرے خلاف جو پروپیگنڈا شروع کیا ہے اس سے میں بے خبر نہیں ہوں۔ مگر میرے لئے یہ کوئی نیا تجربہ نہیں ہے۔ بارہا اس طرح کے لوگوں نے طرح طرح کے جھوٹ میرے خلاف پھیلانے کی کوشش کی ہے اور میں نے ہمیشہ ان کے مقابلے میں صبر سے کام لیا ہے۔ میرا اب تک کا تجربہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی جھوٹ کو فروغ نہیں دیتا۔

مولانا صاحب موصوف اور ان کے ساتھیوں نے یہاں آکر مجھ سے جو باتیں کیں اور پھر واپس جا کر جو باتیں شائع کیں، ان دونوں کے فرق پر جب غور کرتا ہوں تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دل خدا کے خوف اور آخرت کی جواب دہی کے احساس سے بالکل خالی ہو چکے ہیں اور انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو کچھ بھی ہے بس یہی دنیا ہے، آگے کوئی نہیں جہاں اپنے اقوال و اعمال کا انھیں حساب دینا ہوگا۔

میرا ہمیشہ یہ قاعدہ رہا ہے اور میں آئندہ بھی اسی پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ جن لوگوں کو میں صداقت و دیانت سے بے پروا اور خدا کے خوف سے خالی پاتا ہوں ان کی باتوں کا کبھی جواب نہیں دیتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان سے بدلہ لینا میرے بس میں نہیں ہے، خدا ہی ان سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اور میرا یہ بھی خیال ہے کہ ان کے جھوٹ کی تردید کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ ان کا پردہ انشاء اللہ دنیا ہی میں فاش ہوگا۔ اس لئے آپ مجھ سے یہ توقع نہ رکھیں کہ میں ان کے جواب میں کوئی بیان کسی اخبار کو بھیجوں گا۔

میری کتاب تجدید و احیائے دین جس کی بعض عبارتوں کو غلط معنی پہنا کر وہ مجھے مدعی مہدویت قرار دے رہے ہیں آج کوئی نئی تصنیف نہیں ہے، آج سے دس سال پہلے شائع ہوئی تھی، اس وقت سے اب تک برابر شائع ہوتی رہی ہے، اور اب بھی ہر جگہ آپ کو مل سکتی ہے۔ آپ اس کو خود دیکھیں، دو چار سطروں یا چند فقروں کو نہیں، پوری کتاب کو پڑھیں۔ آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ میں نے اس میں اپنی مہدویت یا مجددیت کا دعویٰ کیا ہے یا دعوے کرنے والوں کی تردید کی ہے ؟ (ا م)